مولانا عبید اللہ حنیف ہزاروی، فاضل دارالعلوم حقانیہ
مہتمم دارالعلوم تعلیم القرآن باڑہ مارکیٹ پشاور

پاکستان کے شمالی علاقہ جات، آغاخانی عزائم
اور
ہماری غفلت

ترقی کے بعد مسلمانوں کی تنزلی پر ایک نظر

تاریخ اسلام میں ایک ایسا دور بھی گذرا ہے جب سارے عالم دنیا پر اسلامی جھنڈا لہرا رہا تھا۔ مگر مسلمانوں کی عیش پرستی، نفس پروری، خواہشات کی اتباع، غفلت اور لاپرواہی کی وجہ سے بہت سے ایسے لوگ مسلمان بن کر اسلامی حکومت میں آگھسے جن کی وجہ سے اسلام کو نقصان پہنچا اور اسلامی مملکت پارہ پارہ ہو کر رہ گئی۔ ان روح فرسا اور جانکاہ واقعات میں جہاں خارجی، ناصبی، معتزلہ اور کرامیہ وغیرہ فرقِ باطلہ کا نام لیا جاتا ہے۔ اسماعیلی فرقہ کا نام بھی موٹے حروف سے لکھا جاتا ہے۔ یہ فرقہ نہ صرف یہ کہ مصر میں کئی سو سال تک حکومت کر چکا ہے بلکہ اسلامی اتحاد کے قطع و برید میں اس فرقہ کا سب سے بڑا ہاتھ ہے۔

اسماعیلیوں میں اختلاف کا آغاز اور حسن بن صباح کی کارستانی

مصر کے اسماعیلی خلیفہ مستنصر باللہ کی ہلاکت کے بعد اس کا چھوٹا بیٹا "مستعلی" تختِ خلافت پر متمکن ہوا اور اس کے بڑے بھائی نزار نے بھی خلافت کا دعویٰ کیا۔ جس کی پاداش میں وہ مصر سے نکالا گیا۔ مشہور اسماعیلی داعی حسن بن صباح نزار کا طرف دار تھا۔ اس نے "الموتہ" ایران میں نزاری خلافت شروع کی۔ اپنی سازشی ذہنیت اور اختراعی مہارت سے اس نے دہشت گردی کے ایسے طریقے ایجاد کئے کہ سارا عالم دنیا مبہوت و حیران رہ گیا اس نے "الموتہ" کی خوبصورت پہاڑیوں کو دنیوی جنت میں تبدیل کر دیا۔ اور بھنگ و چرس (جو انہی کا دریافت کردہ ہے) کے ذریعے تاریخ میں پہلی سادہ لوح لوگوں کے "برین واشنگ" کے ذریعے سیاسی ہشت گردی پھیلا دی اور حشیش کے عادی دہشت گردوں کے ہاتھوں اس زمانے کے بڑے بڑے کمانڈروں

سیاسی لیڈروں اور پیشوایانِ اسلام کو تہ تیغ کرایا۔ اسلامی عباسی خلافت کے خاتمے کے لئے اپنی تمامتر توانائی ختم کردی۔ اور آخر کار اس کے آخری جانشین اور "الموتہ" کے آخری شیخ الجبال "رکن الدین خورشاہ" منگولوں سے سازباز کرکے عظیم اسلامی خلافت کا خاتمہ کر دیا اور بغداد کے بازاروں، گلی کوچوں میں مسلمانوں کے خون کا سیلاب بہانے کا جشن منایا۔ مگر منگولی و نزاری دوستی دیرپا ثابت نہیں ہوئی۔ انہی منگولوں کے ہاتھوں "الموتہ" کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ اور رکن الدین خورشاہ کو گرفتار کرکے کاشغر پہنچا دیا اور یوں صدیوں تک اسماعیلی نزاری تاریخ کے صفحات سے غائب رہے۔

آغاخان کی انگریز ایجنٹی | انیسویں صدی میں آغاخان اول ایران میں انگریزوں کے ایجنٹ کے طور پر نمودار ہوئے۔ انگریز ایجنٹی کا جرم ثابت ہونے پر ایران سے نکال دئے گئے۔ بعد ازاں وہ انگریزوں سے مل کر افغانستان پر حملہ آور ہوئے اور مطالبہ کیا کہ افغانستان کی حکومت ان کے حوالے کی جائے مگر انگریزوں کو بہادر افغانیوں کے ہاتھوں منہ کی کھانی پڑی۔ پھر جب انگریز نے بلوچستان پر حملہ کیا تو آغاخان نے انگریزوں کی بڑی مدد کی اور بلوچیوں کے ہاتھوں اس کے بہت سے آدمی مارے گئے اور بہت سے آدمیوں کو جانی و مالی نقصان اٹھانا پڑا جس کا ذکر "تاریخ اسماعیلیہ" میں موجود ہے۔

پاکستان کے شمالی علاقہ جات میں آغاخان کی خصوصی دلچسپی | سندھ کے مخصوص حالات کے پیش نظر آغاخانی اسٹیٹ کے لئے سندھ کی سرزمین پر آغاخان سوئم کی نظر پڑی اس لئے سندھ پر انگریزوں کے حملے میں آغاخان نے ان کا ساتھ دیا۔ لیکن سندھ کی زمین بھی اس کے حوالے نہیں کی۔ تاہم ان خدمات کے صلہ میں "سر" اور "ہز ہائی نس" کے انگریزی القابات سے اسے نوازا گیا۔ اپنی تمام ترجدوجہد کے باوجود آغاخان سوئم بھی اسماعیلی سٹیٹ کے قیام کی آرزو دل ہی دل میں لئے دنیا سے رخصت ہوگئے مگر آغاخان چہارم "پرنس کریم" زیادہ ہوشیار ثابت ہوئے۔ وہ ان تمام کوششوں سے بھرپور فائدہ اٹھانے کی مربوط کوشش کی جو آغاخانی سٹیٹ کے قیام میں مدد دینے کے لئے انگریزوں نے کی تھی۔ جس طرح کہ میں اپنی کئی تحریروں سے ثابت کرچکا ہوں۔ کہ انگریزوں نے آغاخان کے ماننے والوں کی خصوصی مردم شماری کرائی۔ اور اس غرض کے لئے اپنے آدمی بدخشاں، واخان، چترال اور گلگت بھیجے۔ پھر ان تمام آغاخانیوں کو منظم کرنے کی کوشش کی گئی اور ہائی کورٹ کے حکم کے ذریعے آغاخان کو ان کا امام و پیشوا قرار دیا گیا اور آغاخان کی رہائش گاہ کو مقام حج قرار دیتے ہوئے آغاخانی امت کو وہاں حج کے لئے جانے کا ثبوت تاریخی و

قانونی شواہد سے فراہم کیا۔ چنانچہ اسماعیلی تاریخ میں ہے۔

"اسماعیلی روئے زمین پر ہر چہار سو پھیلے ہوئے تھے۔ لیکن ان میں باہمی رشتہ داری پیدا کرنے کی کوشش گذشتہ صدی کے وسطی عہد میں کی گئی۔ ۱۸۷۵ء میں ہز ایکسیلنسی لارڈ میو وائسرائے ہند نے سر ڈگلس فارسائتھ کی سرکردگی میں یارقند کو ایک وفد روانہ کیا گیا جس کی رپورٹ سے معلوم ہوا کہ ترکستان اور افغانستان کے باشندوں کی ایک کثیر تعداد آغا خان کو اپنا روحانی پیشوا مانتی ہے۔" (تاریخ اسماعیلیہ ص۵۰)

شاید اسی رپورٹ کو مدنظر رکھ کر امریکہ نے پرنس صدر الدین آغاخان کو افغانستان کی دوبارہ آباد کاری کمیٹی کا سربراہ مقرر کیا ہے تاکہ مطلوبہ نتائج حاصل کر سکے۔

دوسری جگہ تحریر ہے:۔

"۱۸۵۸ء کے قریب مسقط کی جماعت میں اسماعیلی امام کی مذہبی حیثیت کے متعلق اختلاف پیدا ہوا۔ جو لوگ جماعت سے علیحدہ ہو گئے تھے انہوں نے صرف اختلاف پر ہی اکتفا نہ کیا بلکہ آغا خان کے اختیارات کے بارے میں بمبئی ہائیکورٹ میں مقدمہ دائر کیا۔ ہائیکورٹ کے فیصلہ کی رو سے آغاخان ہمیشہ کے لئے اسماعیلی لوگوں کا روحانی پیشوا قرار دیا گیا۔ اور ان کے اختیارات قبول کر لئے گئے۔" (تاریخ اسماعیلیہ ص۵۵)

آغاخان کی شخصیت سے سر چارلس اس قدر متاثر ہوئے کہ اپنی ڈائری میں لکھا ہے:۔

"آغاخان بہت با اثر شخصیت کے مالک ہیں وہ اپنے آدمیوں کی مدد سے ہمارے لئے کراچی سے رسل و رسائل مہیا کر سکتے ہیں اور وہ اسماعیلیوں کے موروثی پیشوا ہیں اور ان کی جماعت اسماعیلی کے لوگ ایشیا میں ہر جگہ پائے جاتے ہیں اور وہ اس خطرناک راستہ کے لئے جہاں ہمارے بہت سے آدمی بلوچیوں کے ہاتھوں قتل ہوئے کارآمد و مفید ثابت ہوں گے۔

جب آغاخان اپنی مختصر فوج کے ساتھ قران (بلوچستان) میں قیام پذیر تھے تو بلوچیوں کے حملہ کی وجہ سے نقد ۲۴ لاکھ اور جواہرات کثیر کا نقصان ہوا۔ چنانچہ چارلس نے آغاخان کی ان بیش بہا خدمات اور قربانیوں کا ذکر گورنر جنرل سے کیا اور اس کے متعلق ایک رپورٹ لندن روانہ کی گئی جس سے آغاخان کو ہز ہائی نس کا موروثی خطاب عطا کیا گیا۔" (تاریخ اسماعیلیہ ص ۴۹،۵۰)

"جب انگریزی رپورٹ کے ذریعے آغاخان کو شمالی علاقہ جات چترال، واخان، بدخشاں میں آغاخانی اکثریت کا علم ہوا تو اس نے اپنی تمام تر توجہات ان پسماندہ علاقوں کی طرف مرکوز

کرویں۔ اور بڑے منظم اور مربوط انداز میں اس کے لئے منصوبہ بندی کرتے رہے اور اس مقصد کے لئے انہوں نے ماہر ترین غیر ملکی افراد کی خدمات بھی حاصل کیں۔ جن کا ذکر انشاء اللہ آگے چل کر کیا جائے گا۔ پاکستان کے اہم ترین شہر کراچی کی تجارت اور دیگر اہم شعبوں میں اپنا اثر و رسوخ بڑھانے اور ان پر قبضہ جمانے کے لئے آغا خان نے سر توڑ کوشش کی۔ تاکہ یہاں سے شمالی علاقہ جات کا باسانی کنٹرول کیا جا سکے چنانچہ ایک منصوبے کے تحت آغا خانیوں کو مختلف افریقی ممالک سے کراچی اور سندھ کے ساحلی علاقوں میں لا کر آباد کیا گیا اور سقوط ڈھاکہ سے چند ماہ پہلے وہاں کے آغا خانیوں کو کراچی منتقل کیا گیا"

ایک رپورٹ کے مطابق صرف کراچی شہر میں ۸۰،۰۰۰ ہزار آغا خانی گھرانے رہتے ہیں۔ اندرونی سندھ اسماعیلیوں کی آبادی ۲۵ ہزار بتائی جاتی ہے۔ کراچی اور اندرون سندھ کے آغا خانی انتہائی متمول اور منظم ہیں۔ مختلف مقامات پر اپنی کئی بستیاں قائم کرنے کے علاوہ بے شمار تنظیمیں بھی مختلف ناموں سے قائم کر رکھی ہیں۔ رپورٹ کے مطابق کراچی کے کھارادر۔ لی مارکیٹ۔ رنچھوڑ لائن۔ گارڈن ایسٹ اور گارڈن ویسٹ میں ان کی ۲۲ کوآپریٹو سوسائٹیاں موجود ہیں۔ جو اپنے مختلف ناموں سے مصروف کار ہیں۔ جن میں فدائی ہاؤسنگ۔ پرنس علی خان پلاٹینم ہاؤسنگ سوسائٹی۔ الیلا سوسائٹی۔ الہلال سوسائٹی نور ولی سوسائٹی اور جوبلی سوسائٹی وغیرہ شامل ہیں۔ اسی طرح نارتھ ناظم آباد میں نزاری ہاؤسنگ سوسائٹی حسن آباد۔ زہرہ آباد۔ کریم آباد۔ رحیم آباد۔ علی آباد۔ سلیم آباد۔ نورا پارٹمنٹس اور دیگر بے شمار سوسائٹیاں کام کر رہی ہیں۔

پنجاب کے مختلف علاقوں خصوصاً گجرات۔ لاہور اور ملتان میں بھی آغا خانیوں کی آبادی ہے یہ لوگ بھی کافی متمول اور منظم ہیں۔ مگر آبادی کے تناسب سے سندھ اور پنجاب میں آغا خان کے مطلوبہ مقاصد کا حاصل ہونا مشکل بلکہ ناممکن سا ہے۔ اس لئے آغا خان اور تمام آغا خانی کارندوں کی توجہ شمالی علاقہ جات پر مرکوز ہے۔

شمالی علاقہ جات کی جغرافیائی اہمیت

یہ علاقے جغرافیائی لحاظ سے نہایت اہمیت کے حامل ہیں۔ اس کی سرحدات روس افغانستان، چین اور بھارت سے براہ راست لگی ہوئی ہیں۔ شاہ راہ ریشم اسی علاقے سے گزر کر پاکستان اور چین کی لازوال دوستی کو قائم رکھے ہوئے ہے۔ بین الاقوامی شہرت

کے حامل سیاچین گلیشئر بھی اسی خطے میں واقع ہے۔ گلگت، یاسین، گوپس، غزور اور اشکومن کے علاقے شندور کے ذریعے چترال کے بالائی حصے سے ملتے ہیں جو براہ راست واخان سے ملا ہوا ہے۔ واخان کی پوری آبادی آغا خانیوں کی ہے۔ بدخشاں کے بالائی حصہ میں آغا خانیوں کی اکثریت ہے۔ جو گرم چشمہ چترال کو واخان سے ملاتا ہے۔ بالائی چترال اور گرم چشمہ میں آغا خانی اکثریت میں ہیں۔ اس لئے واخان چترال اور گلگت کا مثلث خطہ ہی آغا خانی عزائم کی تکمیل کر سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آغا خان کی نظریں ان علاقوں پر جمی ہوئی ہیں۔ خدانخواستہ اگر آغا خان چہارم کو اس مذموم کوشش میں کامیابی ہوئی تو وہ ان علاقوں کے لئے حقیقی طور پر ایک دیوتا بن جائے گا اور عالم اسلام کے لئے خصوصاً اور عالمی امن کے لئے بھی ایک بڑے ناسور کی شکل اختیار کر لے گا۔

کریم آغا خان اپنے مخصوص مقصد کے لئے چترال کے بالائی علاقوں اور شمالی علاقہ جات کے لوگوں پر مختلف طریقوں سے نفسیاتی قبضہ حاصل کر چکا ہے۔ معاشی زنجیروں میں جکڑنے کے لئے مختلف آغا خانی تنظیمیں اس علاقے میں برسرکار ہیں۔ میں نے ۹۰ء کے اوائل میں پورا ایک ماہ گلگت کے مختلف علاقوں میں رہ کر پورے حالات کا بغور جائزہ لیا۔ جس میں، میں نے یہ محسوس کیا کہ ان علاقوں میں آغا خانی ریاست عملاً قائم ہو چکی ہے۔ اور علاقے پر پوری طرح آغا خانیت کی بالادستی ہے۔ ہر چھوٹے بڑے گاؤں میں آغا خانی سکول قائم ہیں۔ جن میں لڑکے لڑکیاں مخلوط تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ علاج معالجہ کے لئے چھوٹے بڑے ہسپتال قائم ہیں۔ جن میں ایک بہت بڑا جدید ترین قسم کا ہسپتال بھی شامل ہے۔ جماعت خانوں کو دفاتر کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے جن میں یومیہ صبح آٹھ بجے آغا خانی پرچم لہرایا جاتا ہے اور ۴ بجے اتارا جاتا ہے تقریباً تمام تر فوجی و دیوانی مقدمات کا فیصلہ اسماعیلی تنظیموں کے سرکردہ افراد کرتے ہیں۔ جو اس مقصد کے لئے مخصوص اوقات میں جماعت خانوں میں بیٹھتے ہیں اور متعلقہ مقام پر جا کر مقدمات کی سماعت کرتے ہیں۔ سرکاری سکول، ڈسپنسریاں موجود ہیں مگر برائے نام۔ جن میں لڑکوں کی تعداد برائے نام ہے اور علاج معالجہ کے لئے لوگوں کی مراجعت بھی مفقود ہے۔ تحصیلدار وغیرہ تحصیل و دیگر یونٹوں میں موجود ہیں مگر آغا خانی تنظیموں کے سامنے بے بس اور مجبور۔ سڑکوں، نہروں اور ریلیوں کا جال بچھایا گیا ہے۔ جن پر آغا خان فاؤنڈیشن کے بڑے سائز کے بورڈ لگائے گئے ہیں۔ سرکاری سڑکوں کے ہر فرلانگ دو فرلانگ پر آغا خانی شعار پانچ انگلیوں والا نشان کے ساتھ آغا خان رول سپورٹ پروگرام کے بورڈ نصب کئے گئے ہیں۔

زرعی مشینیں گاؤں گاؤں پہنچائی گئی ہیں۔ زراعت کے لئے جدید قسم کے بیج وغیرہ کا انتظام آغا خان فاؤنڈیشن کرتا ہے۔ ہر گاؤں کو موسم کے مطابق مخصوص مقدار میں کھاد پہنچاتا ہے۔ پودوں اور پھل دار درختوں کے نئے اقسام کے لئے خصوصی اقدامات کئے ہیں۔ اس مقصد کے لئے ایک خاص یونٹ کام کر رہا ہے اور ایک فعال و متحرک عملہ درختوں کی تعلیم اور سپرے وغیرہ میں مصروف رہتا ہے۔ اور ان تمام امور کی نگرانی "اسماعیلیہ ایسوسی ایشن" کے نام سے ایک بڑی تنظیم کرتی ہے۔ جس کے چیئرمین کو پریذیڈنٹ اور منتظم اعلیٰ کو سیکرٹری کہتے ہیں۔ تمام عہدے داروں کا انتخاب ووٹ کے ذریعہ کیا جاتا ہے۔ یا پاکستان اسماعیلیہ ایسوسی ایشن کی طرف سے ان کی نامزدگی ہوتی ہے۔ اس بڑی تنظیم کے تحت ہر تحصیل اور دیہات کی سطح پر لوکل تنظیمیں کام کرتی ہیں جو اپنی کارروائی رپورٹ باقاعدہ طور پر اوپر والی تنظیم کو دینے کی پابند ہیں۔ پھر ضلعی تنظیم اپنی ماہوار رپورٹ پاکستان اسماعیلیہ ایسوسی ایشن کو دیتی ہے جس کا صدر دفتر کراچی میں ہے اس طرح پورے پاکستان سے آنے والی رپورٹوں کا خلاصہ فرانس میں قائم آغا خان کے صدر دفتر کو پہنچایا جاتا ہے۔ ان رپورٹوں کی روشنی میں وہاں باقاعدہ پالیسی بنائی جاتی ہے۔ اور ماتحت تنظیموں کے لئے ہدایات جاری کی جاتی ہیں۔

میں نے یہ تمام تفصیلات رسائل کے ذریعے حکام بالا تک پہنچانے کی کوشش کی ہے مگر "چھوٹا منہ اور بڑی بات" سمجھ کر سنی ان سنی کر دی۔ گذشتہ سال آغا خان نے شمالی علاقہ جات اور چترال کا تفصیلی دورہ کیا واپسی پر مرحوم صدر ضیاء الحق سے مطالبہ کیا کہ شمالی علاقہ جات کو صوبہ کی حیثیت دی جائے۔ جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

آغا خانی عزائم کی تکمیل کے لئے منصوبہ بندی | جب کسی علاقہ پر فوجی قبضہ یا سیاسی غلبے کی منصوبہ بندی کی جاتی ہے تو پہلا قدم یہ ہوتا ہے کہ اس کے لئے اندرونی ڈھانچہ تیار کیا جائے اور اس غرض کے لئے مختلف اداروں پر قبضہ کیا جاتا ہے۔ آغا خانیوں نے بھی اس غرض کے لئے ضروری اندرونی ڈھانچہ تیار کر لیا ہے اور بہت سے اداروں کو اپنے تسلط میں لے لیا ہے۔ جن کی مختصر نشاندہی مذکورہ بالا رپورٹ میں کی جاچکی ہے۔ اس غرض کے لئے

۱۔ سڑکیں بنائی گئی ہیں اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ تعمیر شدہ سڑکوں کی توسیع و مرمت جاری ہے۔ ان سڑکوں کو باہم ملانے کے لئے پل بنائے گئے ہیں اور بنائے جارہے ہیں۔

۳۔ علاقے پر کنٹرول کرنے کے لئے سروے کیا جارہا ہے۔ اور علاقے کو مختلف زونوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

۴۔ متعلقہ افسران و ماہرین کو سامان تعیش بہم پہنچانے کے لئے فایو سٹار ہوٹل بنائے گئے ہیں۔

۵۔ آمد و رفت کے لئے بیشمار گاڑیاں مہیا کردی ہیں جو شب و روز حرکت میں رہتی ہیں۔

۶۔ ہیلی پیڈ تعمیر کئے جارہے ہیں۔

۷۔ پینے کا پانی فراہم کرنے کے لئے وافر انتظامات کئے گئے ہیں۔

۸۔ علاج معالجہ کے لئے ہسپتال، ڈسپنسریاں اور مفت دوائوں کا انتظام کیا گیا ہے۔

۹۔ آب و ہوا کے لحاظ سے چترال اور شمالی علاقہ جات بحمداللہ نہایت ہی اعلیٰ و بہتر ہے۔ جہاں چھوت والی بیماریوں کا نام و نشان نہیں۔ مگر آغاخانی ڈاکٹر نہ ایک سازش کے تحت لوگوں کو نفسیاتی بیماری میں مبتلا کرنے کے لئے ان علاقوں کا مسلسل دورے کررہے ہیں۔ اور لوگوں میں بعض ناقابل علاج بیماریوں کے عام ہونے کا ڈھنڈورہ پیٹتے ہیں تاکہ اس طرح لوگوں کو متاثر کیا جائے۔ اس مقصد کے لئے صحت کے نام پر کئی فاضل یونٹ لگائے جارہے ہیں۔

۱۰۔ اسماعیلی تعلیمات کو عام کرنے یا کم از کم مسلمانوں کو ذہنی طور پر متاثر کرنے کے لئے پبلک سکولوں کا جال بچھایا جارہا ہے تاکہ نوخیز ذہنوں میں مخصوص عزائم کا بیج ڈال کر مطلوبہ مقاصد حاصل کئے جائیں

۱۱۔ ڈاک کے نظام پر کنٹرول کرنے کی کوشش جاری ہے اور اس مقصد کے لئے سفارش، رشوت وغیرہ طریقوں سے بے شمار آغاخانیوں کو محکمہ ڈاک میں بھرتی کیا جارہا ہے۔

۱۲۔ سول انتظامیہ اور پولیس میں بکثرت آغاخانی بھرتی کئے جارہے ہیں۔

۱۳۔ آغاخان دیہی ترقیاتی پروگرام کو روز بروز ترقی دی جارہی ہے۔ اور بیرون ملک مثلاً برطانیہ۔ امریکہ۔ کینیڈا اور ہالینڈ کے علاوہ بعض غیر ملکی نجی ادارے بھی اس پروگرام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے ہیں۔

۱۴۔ مسلح افواج اور چترال سکاوٹ میں زیادہ سے زیادہ آغاخانیوں کو بھرتی کرنے کا پروگرام بنایا گیا ہے۔

۱۵۔ آغاخان فاونڈیشن کی نوعیت کا کوئی بھی ادارہ دنیا کے کسی دوسرے ملک یا خطے میں موجود نہیں۔ اس کا صدر دفتر سوئیٹرزلینڈ کے دارالحکومت جنیوا میں ہے۔ اور شمالی علاقہ جات کے مذکورہ بالا پروگرام کو پاکستان کے لئے خصوصیت کے ساتھ بنایا گیا ہے۔ اس پروگرام کی ایجاد، تیاری اور عملی مراحل تک پہنچانے کے لئے ایک غیر ملکی شخص رابرٹ ڈی۔ آر کی نے انجام دیا ہے جو اس پروگرام کا ڈائرکٹر جنرل ہے۔

اور جنرل منیجر کے فرائض مسٹر "گیلیوم ڈی اسپولبرغ" ادا کر رہا ہے۔ اور فاؤنڈیشن کے صدر دفتر میں شب و روز یہودیوں کی آمدورفت رہتی ہے۔

(آغاخان فاؤنڈیشن کے دفتر وغیرہ کے متعلق رپورٹ ہفت روزہ تکبیر کے گذشتہ سال کے شمارے میں چھپ چکی ہے۔

اگر مندرجہ بالا حقائق پر ٹھنڈے دل سے غور کیا جائے تو اس کے نتیجے تک پہنچنا چنداں مشکل نہ ہوگا کہ آغاخان اپنے غیر ملکی آقاؤں کی شہ پر اپنی دیرینہ خواہش "**اسماعیلی سٹیٹ**" کا خواب شرمندہ تعبیر کرنا چاہتا ہے چترال۔ گلگت اور واخان، آغاخان کے نقطہ نظر سے زرخیز ترین خطہ ہے۔ جس میں وہ اپنا مطلوبہ مقاصد حل کر سکتا ہے۔ اور اس مقصد کے لئے وہ مندرجہ بالا طریقہائے کار و وسائل بھی مہیا کر چکا ہے۔

واخان کی مخصوص صورت حال آغاخان ہی کے اشارے پر روس بغیر کسی مزاحمت کے واخان پر قبضہ کر چکا ہے۔ اور وہاں کی آغاخانی آبادی کی رضامندی سے وہاں پر ایئر پورٹ اور میزائلوں کے اڈے تعمیر کرنے کے علاوہ چترال کی طرف زمینی سڑک بھی نکالنے کی کوشش کی جا چکی ہے۔ آغاخان اپنے اسی مقصد کے لئے چیکوسلواکیہ اور کئی دیگر اشتراکی ملکوں کا دورہ بھی کر چکا ہے۔ جہاں وہ روسی حکام کے ساتھ ایک معاہدہ طے کیا ہے اور اس معاہدے کی روشنی میں وہ بتدریج اپنے مقصد کی طرف گامزن ہے۔

کہا جاتا ہے کہ اس معاہدے میں انڈیا بھی شریک ہے۔ اسی مقصد کی خاطر اس نے سیاچین گلیشیر پر قبضہ کرنے کی کوشش کی۔ تاکہ اس کے ذریعے شاہراہ ریشم پر کنٹرول حاصل کرکے پاکستان اور چین کے درمیان زمینی راستہ منقطع کیا جا سکے۔ اللہ کے فضل و کرم سے اسے اس مقصد میں کامیابی نہیں ہوئی۔ اس سے قبل آغاخان گلگت کو آزاد تجارتی علاقہ قرار دینے کا بھی مطالبہ کر چکا ہے۔ اور ۸۲ء میں چترال میں آغاخانی ریشہ دوانیوں کے نتیجے میں ہونے والے فسادات کے دوران آغاخانیوں کا یہ مطالبہ کھل کر سامنے آیا کہ چترال میں سنّی اور اسماعیلی آبادیوں کا تبادلہ کیا جائے۔ جہاں اسماعیلیوں کی اکثریت ہے وہاں سے سنیوں کو نکالا جائے۔ اور جہاں سنیوں کی اکثریت ہے وہاں سے اسماعیلیوں کو اسماعیلی اکثریتی علاقوں میں منتقل کیا جائے۔ مگر اس ناجائز مطالبہ کے پس منظر کو جانتے ہوئے مسلمانوں نے اسے رد کر دیا۔

شمالی علاقہ جات کو صوبہ بنانے کی تجویز جیسا کہ بتایا جا چکا ہے کہ گذشتہ سال گلگت اور چترال کے تفصیلی دورہ کرنے کے بعد مرحوم صدر ضیاء الحق کے سامنے یہ تجویز رکھی کہ گلگت اور چترال

کو ملا کر علیحدہ صوبہ بنایا جائے۔ یہ مطالبہ آغا صاحب نے اس وقت کیا جب اس نے اپنی آنکھوں سے ان علاقوں میں مطلوبہ مقاصد پورے ہوتے ہوئے دیکھا۔ اور اسے یقین تھا کہ اب اصل عزائم میں کامیابی حاصل ہو سکتی ہے جس طرح پاکستانی ان غیر ملکی ایجنٹوں کے سامنے ہمیشہ بے بس ہوتے ہیں۔ ضیا الحق صاحب نے پہلے خاموشی اختیار کی بعد میں آغا صاحب کے اصرار پر انہوں نے وسائل کی کمی کا بہانہ بنایا۔ مگر آغا خان نے جملہ وسائل اپنی طرف سے فراہم کرنے کا وعدہ کر کے اس آخری بہانہ کو بھی ختم کر دیا۔ تاہم آزاد کشمیر کے ایک مقتدر سیاستدان کی مساعی سے یہ ناپاک منصوبہ شرمندۂ تکمیل نہ ہو سکا۔ خدانخواستہ اگر اس وقت یہ اعلان کیا جاتا اور شمالی علاقہ جات صوبے کی شکل اختیار کرتے تو وہاں آغا خانی اکثریت کی بنیاد پر آغا خانی ہی برسر اقتدار آتے۔ پھر اس کے لئے اپنے اصل ہدف تک پہنچنا مشکل نہ ہوتا۔

مارشل لاء اور عوامی دور کا موازنہ اب مارشل لاء ختم ہو چکا ہے۔ عوامی دور کا آغاز ہو گیا ہے مگر آغا خان کے بارے میں موجودہ حکومت کا رویہ سابقہ حکومت سے کچھ مختلف نہیں۔ آغا خان کی پاکستان آمد سے بہت پہلے شمالی علاقہ جات کے مسئلے کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا۔ مختلف قسم کے مطالبات اور بیانات کو اخباروں کی شہ سرخیوں کی زینت بنایا گیا۔ اس بارے میں ایک کمیٹی کے قیام کا بھی اعلان کیا گیا۔ جو شمالی علاقہ جات کی آئینی حیثیت کے تعین کے بارے میں اپنی سفارش پیش کرے اور پھر ان علاقوں کی آئینی حیثیت کے تعین کے جلد اعلان کرنے کا وعدہ بھی کیا گیا۔ یہ سارا عمل اس تسلسل اور موثر انداز سے کیا گیا کہ عوام نے سمجھا کہ فی الوقت یہی مسئلہ ملک کا سب سے بڑا مسئلہ ہے۔ مگر درحقیقت یہ سارا ڈرامہ صرف اور صرف آغا خان کی خوشنودی و چاپلوسی کرنے کے لئے رچایا گیا۔

واخان کے بارے میں کابل حکومت کا بیان اسی دوران کابل حکومت کا ایک بیان بھی اخبارات میں شائع ہوا جس کے مطابق واخان کی زمین آغا خانی فرقہ کو الاٹ کر دی گئی ہے جس میں دیگر فرقوں کے لوگ مکان بنانے، لکڑی کاٹنے اور مویشی چرانے کے حق سے محروم کر دئے گئے ہیں۔ اسی دوران بھارت میں متعین روسی سفیر کا تردیدی بیان شائع ہوا جس میں انہوں نے روس اور آغا خان کے کسی معاہدے کی تردید کی تھی۔ آخر اس تردیدی بیان کی ضرورت کیوں آئی؟ اور اس مخصوص وقت میں یہ بیان کیوں جاری کیا گیا؟ اس کے لئے ہر صاحب ہوش بہ آسانی سمجھ سکتا ہے کہ دال میں کچھ کالا ہے۔

پاکستان میں آغا خان کی آمد سے کچھ دن پہلے کابل حکام کا بیان۔ روسی سفیر کی وضاحت اور شمالی

علاقہ جات کے بارے میں آغاخانیوں کے مطالبات کا زور پکڑنا اور پاکستانی حکام کا ان کے سامنے جھکنا یہ سب کچھ حسن اتفاق نہیں بلکہ ایک گہری سازش اور سوچے سمجھے منصوبے کے نتائج ہیں۔ جن سے پاکستانی حکومت نے آنکھیں بند کر رکھی ہیں۔ جو کسی طور بھی ملکی بقا و سالمیت کے لئے نیک شگون نہیں۔

آغاخان کے استقبالی پروگراموں میں غلو کرنا (یہ مضمون ۵ ماہ پہلے لکھا گیا تھا جب کہ آغاخان پاکستان کے دورہ پر تھا) ان دنوں آغاخان پاکستان کے دورے پر ہے۔ اسلامی سلطنت کے سربراہ صدر پاکستان غلام اسحاق خان نے بہ نفس نفیس ایئرپورٹ جاکر ان کا استقبال کیا اور ۱۹ توپوں کی سلامی پیش کی گئی۔ سارا پاکستانی عملہ ان کی حفاظت اور شاہانہ اکرام و اعزاز پر مامور و مصروف ہے۔ ریڈیو ٹی۔ وی اور اخبارات کے ذریعے آغاخان کو ایک ہیرو کی حیثیت سے پیش کیا گیا۔ اور ساری پاکستانی قوم کو ان کی احسان مندی کی دبے لفظوں میں ترغیب دینے کی کوشش کی جارہی ہے۔ اور یہ کوشش جاری ہے کہ آغاخان کو ایک بڑا محسن و منعم مانا جائے۔ جب کہ آغاخانی تصویر کے دوسرے رخ کو سامنے لانے کے لئے اخبارات۔ ٹی وی اور ریڈیو کے پروگراموں پر سنسر عائد کردی ہے۔ اس بارے میں اشتہار کتابچہ، پمفلٹ، ہینڈبل چھاپنے اور تقسیم کرنے کی ممانعت ہے۔ خلاف ورزی کی صورت میں چھاپہ خانوں کو سنگین نتائج کی دھمکی دی جارہی ہے۔

قوم کیا سوچتی ہے؟ ان حالات کے پیش نظر اب پاکستانی قوم یہ سوچ رہی ہے کہ پاکستانی سرحدات کا کیا بنے گا؟ اور یہ کہ اگر حکمرانوں کی غفلت، ہوس پرستی یا لالچ کی وجہ سے خدانخواستہ شمالی علاقہ جات مستقل صوبے میں تبدیل ہو جائیں تو ان کا مستقبل کیا ہوگا؟ مجوزہ صوبے کی سرحدات براہ راست روس اور بھارت سے ملنے کی وجہ سے اگر مشترکہ سازش کے ذریعے اس صوبے کو مستقل "ریاست" میں تبدیل کیا گیا تو پاکستانی علاقے میں بننے والے دوسرے "اسرائیل" کے قیام کی ذمہ داری کس پر ہوگی؟ شمالی علاقہ جات کے باسی غیور مسلمانوں کے ایمانوں پر زور کے ذریعے ڈالے جانے والے ڈاکے کا سدباب کس طرح ہوسکتا ہے؟ پاکستانی حکمران اور عوامی نمائندے اس بارے میں خاموش کیوں ہیں؟ کیا سینٹ اور قومی اسمبلی اس بڑے قومی مسئلے پر بحث نہ کرکے قوم کی نظروں سے اپنا وقار کم کررہے ہیں؟ اور اس قسم کے دیگر کئی سوالات پاکستانی قوم کے ذہنوں میں گردش کررہے ہیں جن کا جواب دینا پاکستانی

حکومت اور عوامی نمائندوں کا فرض ہے جس کا قوم شدت سے انتظار کر رہی ہے۔"

آغاخانی فوجی فورس کا قیام

آخر میں اہم ترین خبر پر اپنے معروضات کا اختتام کرتا ہوں کہ شمالی علاقہ جات میں "فدائی فورس" کے نام سے ایک آغاخانی فوج کی تنظیم قائم ہو چکی ہے جس میں بھرتی ہونا آغاخانی جوان اپنا مذہبی فریضہ سمجھتا ہے۔ یہ تنظیم بظاہر ایک رضاکارانہ تنظیم ہے۔ مگر درحقیقت اس فورس کو ہر قسم کے جدید اسلحہ اور فوجی سامان سے لیس کیا جا رہا ہے۔ ایک رپورٹ کے مطابق چھوڑکھن گلگت کے آغاخانی پیر کو تمام علاقے کی فوجی ذمہ داری سونپی گئی ہے جو چترال اور گلگت کے آغاخانیوں میں اسلحہ تقسیم کر رہا ہے۔

گذشتہ سال کے گلگت کے فرقہ وارانہ فسادات میں پیر موصوف نے ایک فرقہ کو بھاری مقدار میں اسلحہ سپلائی کیا۔ ایک اطلاع کے مطابق اسلحہ سے بھری ہوئی کئی گاڑیاں عین موقع پر برآمد کی گئیں۔ مگر خاص مقصد کے تحت وہ منظر عام پر نہیں لائی گئیں۔

کہتے ہیں کہ مجوزہ سٹیٹ کی تمام تر منصوبہ بندی کا شمالی علاقہ جات میں ہنزہ کا علاقہ مرکز ہے۔ جہاں سے متعلقہ منصوبہ جات کو عملی شکل دینے کا پروگرام بنایا جا رہا ہے۔

بقیہ:۔ عورت کی سربراہی

ارسال فرمانے پر تہ دل سے ممنون ہوں۔ آپ نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے اس کے جواب میں یہ عرض ہے کہ سید احمد علی سعید نام کے کوئی صاحب دارالعلوم دیوبند میں نہ مدرس ہیں اور نہ مفتی ہیں اور نہ ہی دارالعلوم کے کسی اور شعبہ میں ملازم ہیں۔ اس لئے اسلام میں عورت کی سربراہی کے جواز پر موصوف کی طرف سے جو فتوٰی شائع ہوا ہے اس کا دارالعلوم دیوبند سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس پر کوئی خلجان نہیں ہونا چاہئے۔

رہی یہ بات کہ علماء دیوبند کے نزدیک عورت کی سربراہی کی کیا حیثیت ہے تو اس بارے میں دارالعلوم دیوبند کے کل مفتیان فتوٰی دے چکے ہیں جو اساتذہ دارالعلوم کی تصدیق کے ساتھ پاکستان بھیجا جا چکا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اسلام میں اس کا کوئی جواز نہیں ہے۔ علماء پاکستان نے جو عدم جواز کا فتوٰی دیا ہے وہ درست ہے۔ اور مسلک دیوبند کے مطابق ہے ——— یہ دجل و فریب کا زمانہ ہے اللہ جل شانہٗ گمراہ کرنے والوں سے مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔ آمین والسلام ارشد مدنی